Urdu Research Journal
International refereed journal for Urdu
ISSN: 2348-3687, Vol. 3, Issue: 10th
Available on: www.urdulinks.com/urj

Topic: Urdu Ghazal ka tahqeeqi jayeza by : Jan nisar moin, India

تحقیق وتنقید

اردو غزل کا تحقیقی جائزہ

*جاں نثار معین[1]

مولانا آزاد یونیورسٹی ، حیدرآباد۔

تلخیص: غزل اُردو۔ فارسی یا عربی کی ایک صنفِ سُخن ہے۔جس کے پہلے دو مِصرے ہم قافیہ ہوتے ہیں ۔ غزل کے لیے پہلے ریختہ لفظ استعمال میں تھا۔(امیر خسروؒ نے موسیقی کی راگ کو ریختہ نام دیا تھا) ادب کے دیگر اصناف ادب اور فنون لطیفہ میں سب سے زیادہ غزل کو پسند کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ غزل اسٹیج کے علاوہ سخن کا بہترین ذریعہ اظہار بھی ہے۔ کم لفظوں میں مکمل بات کرنے کا ہنر ہے۔ غزل کا سانچا چھوٹا ہوتا ہے اسی لیے جذبے یا خیالات کو پھیلانے کی گنجائش محدود ہوتی ہے۔اس لیے رمزء ایما تمثیل واستعارہ، پیکرآفرینی اور محاکات اُس کے فنی لوازم بن گئے ہیں۔ غزل متنوع موضوعات کا مرکب ہوتی ہے۔اس مقالہ کا بنیادی مقصد قدیم اور جدید غزل کی بدلتی ہئیت اور معنویت کی عکاسی کرنا ہے۔ ہیئت سے مراد 'اندازِ و بیاں کی وہ صورت جو فنی اور تکنیکی خصوصیات کے سبب شعری تخلیق کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ ہم نے **موضوع کے تحت اُردو غزل کے آغاز کا جائزہ تاریخی پس منظر میں لیا ہے۔اس صنف کی ہئیت کو مستند اشعار کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔تاکہ عنوان کی صحیح معنویت کی وضاحت ہوسکے۔**

غزل قصیدے کا جزو تھی، جس کو "تشبیب" کہتے ہیں ۔ پھر وہ الگ سے ایک صنفِ شعر بن کر قصیدے کے فارمیٹ میں تبدیل ہو گئی۔ فنی اعتبار سے بحر اور قافیہ "بیت" اور غزل کے لیے یکساں ہے۔ اس مقالہ میں غزل کی بدلتی ہئیت کی داستان کو چار ادوار میں منقسم کیا گیاہے۔پہلا دکنی غزل۔ دوسرا اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے انیسویں صدی کے نصف اول تک محیط ہے بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے آخر تک ۔ تیسرا ۱۸۵۷ء سے اقبال تک کا جائزہ لیا گیا ہےاور آخری میں اقبال کے بعد جدید دور تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ترقی پسند (۱۹۳۶ء تا ۱۹۵۰ء) کا دور شروع ہوتا ہے۔اس عہد میں غزل ہئیت اور معنویت دونوں میں تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئ۔ترقی پسندوں نے بھی غزل کے متعلق اپنی اجدادی وراثت اور روایت سے بے شمار غلط سمجھوتے کیے۔ قدیم روایاتی علامات، استعاروں، تشبیوں ، تلمیحات یا کتب وغیرہ کو غیر روایاتی معنٰی اور ماہیم دینے کی کوشش کی۔ اس طرح قدیم روایت کے ملے جلے اثرات ترقی پسندوں کی روایت شکنی کے اعلانات کے باوجود جدید غزل میں شعوری اور غیر شعوری طور سے سرایت کرتے چلے گئے۔ جدید تحقیق میں اُردو غزل کا پہلا نمونہ امیر خسرؔو کے ہاں ریختہ کی صورت میں ملتا ہے۔[1] اس کے بغیر بہت سے صوفیائے کرام نے شاعری کو اظہار خیالات کا ذریعہ بنایا لیکن غزل کے ہاں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بہمنی سلطنت میں غزل کے نمونے بہت ہیں ۔ لیکن گولکنڈہ کی سلطنت کے قطب شاہی اور عادل شاہی حکمران کی شعر وادب سے دلچسپی کی وجہ سے اردو غزل بہت ترقی کی۔ مقالہ میں غزل کے بدلتی

[1] مقصود عمرانی، ' نئی غزل کا شعور'، ص۳۲۶، مدھیہ پردیش میں اردو ادب کے پچیس سال، مدھیہ پردیش اردو اکادیمی، بھوپال، ۱۹۸۱ء

روایت کو **نویں صدی کے اواخر** میں فارسی غزل سے ترقی کرکے **سترویں صدی** میں اردو میں منتقل ہونے تک کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ فارسی **سے اردو** میں آئی تھی۔ اس لیے **فارسی کے عصری معنویت اور تاثرات** بھی اردو غزل میں کوبہ کو نظر آتے ہیں۔ ابتدائی غزلوں میں ماسوائے **عشق و محبت** کے مضامین باندھنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کیوں کہ خود غزل کے لغوی معنی بھی **عورتوں سے بات چیت** کرنے کے ہیں ۔ یہاں تک کہ مولانا شبلی نے بھی غزل کو **عشق و محبت کے جذبات** کی تحریک سمجھا۔ لیکن بعد حالی نے **مقدمہ شعر و شاعری** میں غزل کے ہر مضمون کی گنجائش پیدا کر دی ہے۔ جس کے بعد اس صنف میں ہر قسم کے خیالات بیان کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح کی بدلتی ہیئت کو اس کی مناسب معنویت کے ساتھ تحقیقی نقطہ نظر سے بیانیہ انداز میں تاریخی تحقیق کا طریقہ کار میں مقالہ قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ طلباء ٹیچر اور شعراء کو اردو غزل کی ہیئت اور مختصر تاریخ کو سمجھنے میں معاون و مددگار ہوگا۔

کلیدی الفاظ: اُردو غزل، تفہیمِ غزل، غزل کی تاریخ، غزل کی ہیئت اور معنویت۔

1. تعارف:

غزلویت اردو شاعری کی آبرو ہے۔[1] اگرچہ مختلف زمانوں میں شاعری کی بعض دوسری قسمیں بھی اردو میں بہت مقبول رہی ہیں۔ لیکن نہ توان کی مقبولیت کا مقابلہ کر سکی نہ ہی اس کی مقبولیت کو نقصان پہنچا سکی۔ پھر بھی بیسویں صدی کے نصف میں اس صنف کے بہت مخالفین پیدا ہوئے لیکن مقبولیت میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔

غزل اردو شاعری کی سب سے مقبول اور سب سے جاندار صنف ہے۔ دوسری تمام شعری اصناف مختلف ادوار میں عروج و زوال کی دھوپ چھاؤں سے دوچار ہوئیں لیکن غزل کے آنگن میں ہمیشہ دھوپ ہی دھوپ کھِلی رہی۔ غزل حقیقتاً "اردو شاعری کی آبرو" ہے۔ غزل صنفِ سخن ہی نہیں معیارِ سخن بھی ہے۔"[2] لفظ غزل کا ادبی مطلب محبوب سے گفتگو ہے۔ تاریخ کی رو سے یہ عربی لفظ غزل سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہرن کے ہیں ۔ جو عام فہم زبان میں غزل ایک ایسی پابند منظوم صنف ہے۔ جس میں سات۔ نو یا درجن بھر یکساں وزن اور بحر کے جملوں کے جوڑے ہوں۔ اس کا آغاز جس جوڑے سے ہوتا ہے وہ مطلع کہلاتا ہے اور اختتام کے جوڑے کو مقطع کہتے ہیں۔ جس میں شاعر اپنا تخلص یا نام استعمال کرتا ہے۔ غزل کے شعر میں ہر جوڑے ہر انفرادی جملے کا یکساں دراز ہونا لازمی ہوتا ہے۔ پابند جملوں کے یہ جوڑے شعر کہلاتے ہیں۔ اردو میں شعر کی جمع اشعار کہلاتی ہے۔ غزل کے بنیادی نظریہ اور تعریف کے مطابق اس کا ہر شعر اپنی جگہ ایک آزاد اور مکمل منظوم معنیٰ رکھتا ہے۔ کسی بھی شعر کا خیال اگلے شعر میں تسلسل ضروری نہیں ہوتا۔ ایک غزل کے اشعار کے درمیان مرکزی یکسانیت کچھ الفاظ کے صوتی تاثر یا چند الفاظ کا ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں تکرار سے ہوتا ہے۔ اس

[1] پروفیسر رشید احمد صدیقی،

[2] جدید غزل، از۔ رشید احمد صدیقی، (مطبوعہ بارِ اول ۱۹۵۵ء) ص ۳

سے ہٹ کر بھی کسی غزل کے ایک سے زیادہ اشعار کسی ایک ہی خیال کو مرکزی ظاہر کر سکتے ہیں ۔ لیکن ہر شعر اپنی جگہ منظوم قواعد و ضوابط کا پابند ہونا چاہیے۔ جن غزلوں میں ایک سے زائد اشعار ایک ہی مرکزی خیال کے لئے ہوتے ہیں ان کو نظم یا نظم نما غزل بھی کہا جا سکتا ہے۔

1.1 غزل کا فن:

اردو میں لفظ نظم کا واضح مطلب جملوں کے اختتام پر وزن اور صوتی اثر کا مساوی ہونا ہے۔ غزل کے ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں آخری ایک دو یا زیادہ سے زیادہ تین الفاظ پوری غزل کا توازن برقرار رکھتے ہیں ۔ غزل کے مطلع کا پہلا مصرعہ بھی انہی الفاظ پر ختم ہونا چاہیے۔ اسے غزل کا ردیف کہتے ہیں ردیف سے پہلے کا لفظ منظوم ہونا ضروری ہے۔ علامہ اخلاق حُسین دہلوی نے اپنی تصنیف 'فن شاعری' میں ردیف سے متعلق کہا ہے" ردیف کے بدلنے سے قافیے کی حیثیت بدل جاتی ہے اور ایک ہی قافیہ کئی طریق سے بندھ ہو سکتا ہے جس سے مضامین وسعت اور ارنگینی پیدا ہو جاتی ہے۔ ردیف جتنی خوشگوار اور اچھوتی ہوتی ہے اتناہی ترنم اور موسیقی میں اضافہ ہوتا ہے۔"[3] قافیہ ہی غزل کی بنیادی ضرورت ہے۔[4] قافیہ غزل میں اس مقام پر آتا ہے

[3] علامہ اخلاق حُسین دہلوی، فن شاعری، ص ۱۵۰، کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد دہلی، جدید ایڈیشن ۲۰۱۰ء

[4] غزل کے لغوی معنی ہیں: "عورتوں سے باتیں کرنا" یا "عورتوں کی باتیں کرنا"، غزل اس آواز کو بھی کہا جاتا ہے جو ہرن کے گلے سے اس وقت نکلتی ہے جب وہ شیر کے خوف سے بھاگ رہی ہوتی ہے۔ اس لیے چوں کہ اس میں وارداتِ عشق کی مختلف کیفیات کا بیان ہوتا ہے، شاید یہ نام پڑا۔ اصطلاحِ شاعری میں غزل سے مراد وہ صنفِ نظم ہے جس کا ہر ایک شعر الگ مضمون کا حامل ہو اور اس میں عشق و عاشقی کی باتیں بیان ہوئی ہوں خواہ وہ عشق حقیقی ہو یا عشق مجازی۔ لیکن آج کل غزل میں عشق و عاشقی کے علاوہ دنیا کا کوئی بھی موضوع زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ اس کا آغاز فارسی زبان سے ہوتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اسکے عربی زبان سے تعلق سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عربی صنف قصیدہ میں موجود تشبیب سے ہی غزل کی ابتداء ہوئی۔ غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف یا صرف ہم قافیہ ہوتے ہیں اور باقی اشعار میں سے دوسرا مصرع قافیہ میں پہلے شعر کی پابندی کرتا ہے۔ آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اور اسے مقطع کہا جاتا ہے۔ کلیم الدین احمد نے غزل کو ایک نیم وحشی صنفِ سخن قرار دیا ہے، یعنی غزل کے اشعار میں موضوع کے حوالے سے کوئی ربط نہیں ہوتا اور ہر شعر کا موضوع اور مطلب الگ الگ ہوتا ہے۔ غزل اردو ادب میں کامیابی اور پسندیدگی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر دور میں ہمارے ساتھ چلتی رہی۔ ہمارے مزاج اور ہمارے انفرادی اور اجتماعی حالات اور ہمارے تہذیبی رویوں کے ساتھ غزل نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا اور آہستہ آہستہ ہماری تہذیبی روایات، حالات اور بدلتے ہوئے مزاج کے باطن میں بیٹھی رہی۔ غزل نے ہمیں نہیں چھوڑا تو ہم نے بھی غزل کو نہیں چھوڑا۔ بہت سی اصناف مثلاً قصیدہ، مرثیہ اور مثنوی وغیرہ کو ہم لوگوں نے چھوڑ دیا لیکن غزل ابھی تک ہمارے ساتھ چل رہی ہے۔ غزل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا سب سے بڑا نمائندہ جس نے اس کو باقاعدہ رواج دیا تھا۔ وہ ولی دکنی تھا۔ لیکن ولی سے غزل کا آغاز نہیں ہوتا اس سے پہلے ہمیں دکن

جہاں موسیقی میں طبلے کی تھاپ دونوں میں تاخر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ردیف اور قافیہ دونوں بحر کی موج پر اُبھرتے ہیں۔ بحر کا انتخاب غزل گو شعوری طور پر نہیں کرتا، یہ جذبہ اور کیفیت سے متعین ہوتی ہے۔ غزل کا پہلا مصرع جذبے یا کیفیت کے ساتھ خود بخود ذہن سے گنگناتا ہوا نکلتا ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ بحر معین ہو چکی ہے، قافیہ بھی معین ہو چکا ہے، اور اگر ردیف ہے تو وہ بھی غزل کی ہئیت کا اس کے اسلوب پر بھی اثر پڑتا ہے۔ غزل کا اسلوب ایجاز واختصاد رمز و کنایہ' مجاز، تمثیل، استعارہ و تشبیہ سے مرکب ہے اس لیے اس میں وہ تمام خوبیاں اور خامیاں ملتی ہیں جو سخنِ مختصر کی خصوصیات ہیں۔

غزل بنیادی طور پر ایک انفرادی فنکارانہ عمل ہے۔ لیکن اس کے جذبات کی عمومیت مسلّم ہے جو سرشت انسانی کی وحدت اور جبلّتوں کی یکسانی پر مبنی ہے۔ اور یہ عُمومیت ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں کا احاطہ کرتی ہے۔[1] غزل کے فن سے متعلق اختر سعید خاں کا خیال ہے" غزل کا فن نرم آنچ سے جلا پاتا ہے' بھڑکتے ہوئے شعلوں سے نہیں۔ قدیم غزل ہو یا جدید اس کی اپنی ایک تہذیب ہے۔ وہ اشاروں اور کنایوں میں بات کرتی ہے 'اونچی آواز میں نہیں بولتی' اس کا کمال گویائی برہنہ حرفی نہیں' پیام زیرلبی ہے۔ غزل کا فن نہ سینہ کوبی ہے نہ قہقہہ لگانا۔ وہ ایک آنسو ہے پلکوں پر ٹھہرا ہوا' ایک تبسم ہونٹوں پر پھیلا ہوا۔ کبھی اس کے تبسم میں اشکوں کی نمی ہوتی ہے اور کبھی اشکوں میں تبسم کی جھلک۔"[2] غزل کے فن سے متعلق لکھا ہے" غزل کا فن دراصل رمزیت اور ایمائیت کا فن ہے۔ دیگر اصنافِ سخن کے مقبلہ میں غزل اپنے فن کی اسی جاذبیت کی وجہ سے ممتاز رہی ہے۔[3] غزل کی تبدیلیوں سے متعلق حامد کاشمیری نے اپنی تصنیف' اردو تنقید (منتخب مقالات' میں الطاف حسین حالی کے نظریات پیش کیے ہیں۔ جس میں سب سے پہلے تخّیل کا ذکر ہے جس میں سب مقدّم اور ضروری چیز ہے۔ جو کہ شاعر کو غیر شاعر سے تمیز دیتی ہے۔ اس کے بعد تخّیل کی تعریف کے تحت تخیل یا امیج نیشن کی تعریف کرنی بھی ایسی ہی مشکل ہے۔ جیسے کہ شعر کی تعریف اور اس کی وضاحت کی ہے۔ دوسری شرط کائنات کا مطالعہ بتا ہے۔ جس میں اگر قوتِ متخیلہ اس حالت میں بھی جب کی شاعری کی معلومات کا دائرہ نہایت تنگ اور محدود ہوا سی معمولی ذخیرہ سے کچھ نہ کچھ نتائج نکال سکتے ہیں۔ لیکن شاعری میں کمال فطرتِ انسانی کا' مطالعہ' نہایت غور سے کیا جائے۔ تیسری شرط تلفظ الفاظ کی بیان کی گئی ہے۔ جس میں کائنات کے مطالعہ کی عادت ڈالنے کے بعد دوسرا نہایت ضروری مطالعہ یا تفحص ان الفاظ کا ہے جن کے ذریعہ سے خاطب کو اپنے خیالات مخاطب کے روبرو پیش کرنے ہیں۔ دوسرا مطالعہ بھی ویا ہی ضروری اور اہم جیسا کہ پہلا۔ ان اصولوں سے متعلق چند ضروری باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا چاہیے۔

> " شعر کے وقت ضروری ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اوّل خیالات کو صبر و تحمّل کے ساتھ الفاظ کا لباس پہنانا پھر ان کو جانچنا اور تولنا اور ادائے معنی کے لحاظ سے ان میں جو قصور رہ جائے اس کو رفع کرنا۔ الفاظ کو ایسی ترتیب سے منظّم کرنا کہ صورۃ اگرچہ نثر سے متمیز ہو مگر معنی اسی قدر ادا کرے جیسے کہ نثر میں ادا ہو سکتے۔ شاعر بشر طیکہ شاعر ہو اول تو وہ ان باتوں کا لحاظ وقت پر ضرور کرتا ہے اور اگر کسی وجہ سے بالفعل اس کو زیادہ غور کرنے کا موقع نہیں ملتا تو پھر جب کبھی وہ اپنے کلام کو اطمینان کے وقت دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اثر بڑے بڑے شاعروں کا کلام مختلف نسخوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ پایا جاتا ہے۔"[4]

ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے مشرق میں المیہ کی معنویت کی وضاحت غزل کی روح سے کیا ہے۔ کیوں کے غزل کے جذبۂ غم کو مغربی ادب کی ٹریجیڈی (المیہ) کے مساوی قرار دیا ہے۔ کیوں کہ لفظ غزل کے ایک معنی اس دل گداز چیخ کے ہیں جو شکاری کے طویل تعاقب، اس کے خوف اور تھکن سے گرپڑنے والے ہرن کے حلق سے نکلتی ہے۔ جس کی تاثیر سے شکاری کتا ہرن کو پا کر بھی اس سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔[5]

گویا حُزنیہ لَے اور المیہ غزل کی ہیئت ترکیبی میں شامل ہے۔ غزل کے تمام بڑے اور قابلِ ذکر شاعروں نے کسی نہ کسی رنگ میں المیہ احساسات کی ترجمانی ضروری کی ہے۔ اگرچہ ایسی غزلوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوگی، جنھوں کلی طور پر المیہ کہا جائے (مولانا روم کا دیوان شمس تبریز اس سے مستثنیٰ ہے۔ جس کی زیادہ تر غزلیں حزنیہ اور المیہ ہیں) کلی طور پر' طربیہ غزل' بھی شاید ہی کسی بڑے غزل گو کا فنی مطمحِ نظر رہا ہے۔ غزل کے شاعر کو روایتاً ہی سہی غم کا بیان ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے رنج والم کے جذبات و احساسات کو جو نسبت صنف غزل سے ہے کسی اور صنف شاعری سے نہیں۔ اردو غزل کا فکری و فنی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزل میں المیہ مواد اور الم پسندی کی طویل روایت کے چار نمایاں اسباب ہیں۔

1. ہیئتی توارث

کے بہت سے شعراء کے ہاں غزل ملتی ہے۔ مثلاً قلی قطب شاہ، نصرتی، غواصی، ملاوجہی ۔ لیکن ولی نے پہلی بار غزل میں تہذیبی قدروں کو سمویا۔

[1] ایم حبیب خان، کلاسیکی شعرآ پر تنقیدی مقالات، 'غزل کا فن'، ص۳۵۲، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی ،لاہور، ۱۹۹۸ء

[2] ڈاکٹر خالد محمود، ادب کی تعبیر، ' غزل کے مزاج داں۔ اختر سعید خاں'، ص۸۳،

[3] ڈاکٹر ثریّا خانم، جوش ملیح آبادی فکر و فن، ص۴۳، انیس کتاب گھر، رجستھان، ۲۰۱۰ء

[4] حامد کاشمیری، اردو تنقید (منتخب مقالات)، ص۳۸۔۳۹، ساہتیہ اکادمی، نئ دہلی، ۱۹۹۷ء

[5] ڈاکٹر یوسف حسین خان، اردو غزل، ص۱۳۷۔۱۳۶، آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۴ء، اصفہانی، راغب، امام: مفردات القرآن، اردو ترجمہ از مولانا محمد عبدہ فیروزپوری، ۱۹۷۱، ص۷۵۳

2. فارسی غزل کی فکری، جذباتی اور جمالیاتی تشکیل کے تاریخی اسباب

3. تصوف کی روایت کے حزنیہ عناصر

4. اُردو غزل اور اُردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر[1]

عربی لفظ غزل کے معنی عورتوں سے حسن و عشق کی باتیں کرنا ہے۔ غالباًاردو، فارسی اور عربی کے سبھی لغات کے یہی معنی نکلتے ہیں۔ البتہ تغزل یا غزلیت یعنی' ایک خاص انداز کا باوقار اور سنجیدہ گداز، جو عشق کی خاص پہچان ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ صنف حسن و عشق کی واردات و کیفیات اور معاملات کا ذریعہ اظہار ہے۔[2] غزل اردو فارسی میں ایک صنف، جس کے اشعار کی تعداد مقرر ہوتی ہے اور جسے عموماً ساز کے ساتھ گایا جاتا ہے[3] منجملہ فارسی غزل اگر چہ اپنی موجودہ ہیئت کے اعتبار سے عربی قصیدے کی تشبیب ہی کی قلم ہے۔ ہندوستان میں عربی گو شعراء میں سب سے پہلا نام مسعود سعد سلمان کا نام آتا ہے۔ جو فارسی کے علاوہ عربی اور ہندی میں بھی شعر کہتے تھے۔ان کے بعد امیر خسرو ہیں جو فارسی کے سب سے بڑے غزل گو شاعر ہیں۔انہوں نے عربی بھی شعر کہے ہیں ان کے علاوہ قابلِ ذکر عربی شعراء میں نصیرالدین چراغ دہلی، قاضی عبدالمقتدر، احمد تھانیری، شاہ احمد شریفی، سید عبدالجلیل بلگرامی، شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم اور بیٹے عبدالعزیز و رفیع الدین نیز محمد باقر مدراسی کے نام شامل ہیں۔[4] کیوں کہ ایران میں غزل عام تھی۔اس کی نشو ونما کے لئے تاریخی اور نفسیاتی اسباب و عوامل پہلے سے موجود تھے۔

فارسی غزل کا اولین شاعر شہید بلخی کو تسلیم کیا جاتا ہے جس کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے البتہ غزل کو ترقی رودکی اور عنصری نے دی لیکن محبت، محبوب اور شراب کی مثلث کو کثیر الاضلاع بنانے میں سنائی اور دوسرے صوفی شعراء نے بھرپور کردار ادا کیا۔[5] یہی دیگر دانشوروں کا ہے اردو غزل کے تاریخی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صنف اُردو میں فارسی شعر و ادب کے اثر سے آئی اور فارسی میں عربی قصیدے کی تشبیب سے الگ ہو کر وجود پذیر ہوئی۔ علامہ شبلی نعمانی کے خیال کے مطابق یہ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ ایران میں شاری کی ابتدا قصیدہ سے ہوئی اور ابتداء میں غزل جو طبع سے نہیں ، بلکہ اقسام شاعری کے پورا کرنے کی غرض سے وجود میں آئی۔ قصیدہ کی ابتداء میں عشقیہ شعر کہنے کا دستور تھا، اس حصے کو الگ کر لیا تو غزل بن گئی ، گویا قصیدہ کے درخت سے ایک قلم لے کر الگ لگالیا۔[6] متذکرہ مباحث کی روشنی میں ہم کہے سکتے ہیں کہ اردو غزل فارسی سے نمودار ہوئی ہے لیکن خورشدالاسلام نے اپنی تصنیف 'اردو ادب آزادی کے بعد' میں اس کے برعکس لکھاہے:

> " اردو غزل کی تاریخ کو میں اردو زبان کے باقاعدہ رواج پانے کی تاریخ سے قدیم تر سمجھتا ہوں۔ بظاہر یہ بات ناقابل فہم معلوم ہوتی ہے۔ کیوں کہ اردو زبان سے پہلے اردو غزل کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں غزل کے اس فکری و جذباتی سرمائے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو زبان سے علیحدہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔ رشید احمد صدیقی نے کسی جگہ غالب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اردو غزل کے نسب نامے کو ولی سے آگے بڑھا کر رودکی تک پہنچا دیا۔ غالب سے رود کی ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے جو اچھے خاصے رشتوں کو دھندلا دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن سولہویں صدی عیسوی کے آغاز تک یہ رشتہ ہمیں زیادہ واضح نظر آتا ہے۔اس سے پہلے فارسی غزل زیادہ تر ایران کی چیز تھی اس میں سعدی و حافظ کی روشنی تو تھی لیکن صناعی و نازک خیالی کے وہ تکلفات نہ تھے جو اسے ہندوستانی بنا کر اردو غزل کی پیش گوئی کرتے ہیں۔ سولہویں صدی میں کسی حد تک دبستان ہرات کے زیر اثر تازہ گوئی کی ایک انجمن قائم ہوئی جس کی قیادت فیضؔی و عرفؔی کرتے تھے۔ اسی کے تحت ان علایم و رموز اور مخصوص اسالیب بیان کو فروغ ہوا جنہوں نے اکبر سے شاہجہاں تک فارسی غزل میں ایہام ، معاملہ بندی، شوخی

---

[1] ڈاکٹر اسلم انصاری، اردو شاعری میں المیہ تصورات (میر سے فانی تک)،ص۳۰،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،لاہور،۲۰۰۸ء

[2] ڈاکٹر انور صابر، پاکستان میں اُردو غزل کا اِرتقاء، ص۔۱۸، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء
"شعراء نے غزل میں حیات انسانی کے تقریباً سبھی کو موضوع بنایا ہے اور آج غزل محض غزل ہونے کے علاوہ ایک نقطہ نظر ایک انداز فکر، ایک اصول تلخیص ایک سلیقہ اظہار کی نمائندہ صنف ہے۔ داخلی کیفیات میں جذبات و احساسات کے اظہار کے ساتھ ساتھ خارجی واقعات و حالات کو بھی غزل نے داخلی کیفیات میں جذب کر کے بیان کیا ہے۔ اس طرح، فراق گورکھپوری کے خیال میں روایتی طور پر موضوع غزل تین حصے ہو گئے ہیں ۔الف) معرفت و تصوف۔ب) حیات و کائنات اور اخلاقیات پر انفعالی یا فلسفیانہ طور پر حکم لگانا۔ج) عشق مجازی" اس ضمن میں ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنی تصنیف لکھا ہے "اردو شاعری کا مزاج' کے ص ۲۲۴ میں مجنو گورکھپوری سے اتفاق کرتے ہوئے رائے ظاہر کرتے ہیں۔" چوں کہ غزل مزاجاً گیت کی اساس پر استوار ہے اس لئے غزل کو عربی قصیدہ کی تشبیب کے بجائے ایرانی 'جامہ' سے منسلک کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔"

[3] *Oxford, English-English-Urdu* Dictionary, NCPUL,(2015),New Delhi, Ghazal means
"A traditional form of poetry in Persian or Urdu. It has a fixed number of verses and is usually set to music"

[4] ڈاکٹر ابو سعد اصلاحی، عربی زبان وادب، ص۱۲۵، رام پور رضا لائبریری، رامپور، یوپی۔۲۰۰۴ء

[5] بقول جابر علی سید ،ڈاکٹر انور صابر، پاکستان میں اُردو غزل کا اِرتقاء، ص۱۹،مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی،لاہور،۲۰۰۲ء

[6] علامہ شبلی نعمانی، شعر العجم، ج۵، ص۳۴ طبع نو، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۷۲، ج ا۔ص ۲۶

بیان اور مبالغہ آرائی کو بڑھاوا دیا جو آگے چل کر اردو غزل کی بنیادی خصوصیات قرار پائیں۔"[1]

این کارٹا ڈکشنری میں بھی غزل کو گیت کی غنائی ہیئت کے معنی ہیں۔ جو عربی، فارسی یا اردو کی سریلی نظم قرار دیا ہے۔[2] غزل کے اجزائے ترکیب یہ ہیں۔ پہلا مطلع دوسرا ردیف تیسرا قافیہ چوتھا مقطع اور پانچویں بحر ہوتی ہے۔اس ترکیب سے غزل میں فنی عناصر پیدا ہوتے ہیں۔ ہیئت کے نقطہ نظر سے بحر اور قافیہ غزل کے محور ہیں۔ ردیف ایک مزید بندش ہے جسے اردو شاعر اکثر اپنے اوپر عائد کرلیتا ہے۔اس سے اچھے اور بُرے نتائج مرتب ہوتے ہین۔ غزلیں غیر مُردّف بھی ہوتی ہیں۔ لیکن اردو کی بیشتر غزلیں مردّف ہیں۔ ردیف کے الفاظ فعل بھی ہوسکتے ہیں جیسے "ہے"، "ہیں" یا "کھینچ"۔

ع نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ

اور حروف اوراسم بھی جیسے "پر" نہیں"، "شمع" اور "نمک"

عکیا مزا ہوتا اگر پتّھر میں بھی ہوتا نمک (غالب)

غزل کے پاؤں میں ردیف یا جھانجھن کا حکم رکھتی ہے۔ یہ اس کو موسیقیت، ترنّم اور موزونیت کو بڑھاتی ہے۔ دوسری طرف اس کے تنِ نازک کو گراں باریِ زنجیر کا احساس بھی دلاتی ہے۔ فنی لحاظ سے ردیف کی چولیں سب سے پہلے قافیے کو بٹھانی پڑتی ہیں۔[3] غزل کے فنی لوازمات پروفیسر عنوان چشتی نے چند اصول بیان کیے ہیں۔

" غزل کا رجحان بنیادی طور پر عربی و فارسی شعریات پر ہے۔ یہ اصول، علم لغت، علم بیان اور عروض و قافیہ سے ماخوذ ہے، علم قواعد، علم بدیع، جنہیں استاذہ نے "معائبِ سخن" اور "محاسنِ سخن" کا نام دیا ہے۔ وہ نقائص، جو شعری ہیئت کے حسن کو مجروح کرتے ہیں، " معائبِ سخن" میں شامل ہے۔اور خوبیاں جو ہئیت کے جمال میں اضافہ کرتی ہیں، " محاسنِ سخن" کہلاتی ہے۔"معائبِ سخن" میں ایوبِ خوانی، ایوب بحر، ایوب زبان اور دیگر نقائص ہئیت شامل ہے۔ ایوب خوانی میں ایطا، اکفا، اقوا، صناد وغیرہ شامل ہے۔ان کے علاوہ غُلو تعدی، تضمین، تغیر، معمولہ، تعریف اور اختلافِ حرفِ روی پر بھی اس نقطہ نظر سے سوالیا نشان قائم کیا جاتا ہے۔ اس نظم قوافی میں حرفِ روی کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے انگریزی کی طرح اردو میں قطئی، بسری اور صوتی قوانی کی گنجائش نہیں۔ جن شاعروں نے صوتی قوافی (میراث اور احساس) بڑھتے ہیں۔ انہیں زیادہ سے زیادہ ایک تجربے کا نام دیا جاتا ہے۔ ایوب بحر میں حرف صحیح کا سقوط اور عربی اور فارسی الفاظ کے حروفِ علت کا سقوط شامل ہے۔ بعض بحروں میں شکستِ ناروا وارد ہوتا ہے۔ داغ اسکو کے اکثر استاذہ نے اس کو عیب گردانا ہے۔ لیکن بعض شعرا شکست ناروا اور عربی و فارسی کے حروف علت کے سقوط کو روا رکھتے ہیں۔ مگر اکثریت ان صورتوں سے اجتناب کرتی ہے۔ چوں کہ غزل کا سانچا عروضی نقطہ نظر سے زیادہ لچک دار نہیں ہے۔ اس لیے اوزان و بحُور کے نقطہ نظر سے ذرا سی بے اعتدالی بھی بہت زیادہ کھٹکتی ہے۔"[4]

اردو غزل ہمیشہ فارسی شاعری کی مقلد رہی۔ اس کی وضاحت ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے اس طرح کی ہے کہ شعر وشاعری کا عموماً اور ایشیائی شاعری کا خصوصاً عشق و محبت کے جذبات واحساسات سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ ہماری اردو شاعری سراسر فارسی شاعری کی تتبع ہے اپنے ابتدائی حالات میں عشق و محبت و معشوق و دیگر لوازمات عاشق کے وہی سانچے وہی تصورات اور وہی معیار رکھتی ہے جو ایران میں اس وقت رائج تھے۔[5] اسی طرح محمد یعقوب آسی نے غزل کی تعریف کچھ اس طرح بیان کی ہے۔ لفظ 'غزل' کے معنی کے لحاظ سے اور اس کے موضوعات کے حوالے سے 'غزل' کو جو کچھ کہا جاتا رہا، اس تفصیل کا اجمال کچھ اس طرح ہے:

1. عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی سی باتیں کرنا، جسے ریختی بھی کہا جاتا ہے۔

2. ہرن (غزال) جب زخم خوردہ ہو تو جو آواز وہ شدتِ خوف اور شدتِ درد کے عالم میں نکالتا ہے اسے بھی غزل کہتے ہیں۔ اس حوالے سے درد والم کے بیان کو غزل کا موضوع کہا جاتا ہے۔

---

[1] خورشید الاسلام، اردو ادب آزادی کے بعد، علی گڑھ، ۱۹۷۳ء، مشمولہ: مولف، وارث کرمانی، اردو شاعری کے نیم وا در یچے، 'اردو غزل اور فارسی روایت' ص ۲۲، رام پور رضا لائبریری، یوپی، رامپور، مبطع، پر نٹولوجی انک، نئ دہلی، ۲۰۰۵ء

[2] Encarta Dictionary, میں 'Ghazal' معنی اور مفہوم اس طرح درج ہے. غزل کے

1. *Lyric poem: an Arabic, Persian, or Urdu lyric poem consisting of five more couplets that may each have a different theme.*
2. *Poem set to music: a lyric poem in Urdu, set to music and sung in a distinctive style. Ghazal are popular in Indian films.*

[3] ڈاکٹر انور صابر، پاکستان میں اُردو غزل کا اِرتقاء، ص ۱۵۸۔۱۵۹، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء

[4] پروفیسر عنوان چشتی، آزادی کے بعد دہلی میں اردو غزل، ص ۱۵، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۸ء

[5] دلی کا دبستان شاعری۔ ص 24

3. محبوب کا شکوہ، اس کے لئے اپنے جذبے اور وارفتگی کا بیان، اس کی بے اعتنائی کا احوال غزل کا محبوب موضوع رہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ محبوب حقیقی بھی ہو سکتا ہے، مجازی بھی، خیالی بھی اور بعض شعرا کے ہاں اپنی ذات محبوب کا درجہ رکھتی ہے۔

4. دوستوں اور زمانہ کی شکایت، اپنے ذاتی، اجتماعی یا گروہی رنج و الم کا بیان۔

5. اپنے گرد و پیش کے مسائل کا بیان اور ذاتی تجربات اور مشاہدات کا قصہ، ارادوں کا اظہار اور ان کے ٹوٹنے پر دکھ کی کیفیت۔

6. گل و بلبل، جام و مینا، لب و عارض کا بیان۔ خیال آفرینی، معنی آفرینی اور حسنِ بیان۔

غزل کے ڈھانچے کی تعمیر کے ان متعدد طریقوں میں ایک ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ وہی غزل جس کے مختلف اشعار کے موضوعات میں ظاہری ربط تو نہیں ہوتا لیکن غزل کی داخلی وحدت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ کائناتِ اصغر سے لے کر عالم اکبر تک اور انفرادی سے لے کر عالم گیر تجربے تک وجود کی مختلف سطحوں کے بدلنے کے عمل میں ہمیں غزل کے ادراکِ کائنات کے طریقہ کار کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔[1] بقول پروفیسر رشید احمد صدیقی: "ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب کے سانچے میں ڈھلی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے رنگ و آہنگ، سمت و رفتار اور وزن اور وقار ملا ہے"۔ فراق گورکھپوری کے بقول "اردو غزل کا عاشق اپنے محبوب کو اپنی آنکھوں سے نہیں اپنی تہذیب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے"[2]۔ اس سلسلہ کی کڑی کو احمد ندیم قاسمی نے ایک شعر سے جوڑا ہے:

غزل کے روپ میں تہذیب گا رہی ہے ندیم؛ مرا کمال مرے فن کے اس رچاؤ میں تھا۔

نوٹ: جاں نثار معین کا یہ مضمون ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اردو غزل پر چند ایسے سوال قائم کرنے کی کوشش کی ہے جن کو سامنے رکھ کر جدید دور میں اردو غزل کی روایت کو مزید مستحکم بنایا جا سکتا ہے۔ پرنٹ ورژن کی اپنی مجبوریاں ہیں اس وجہ سے ہم اس کو مکمل صورت میں صرف یونی کوڈ میں شائع کر رہے ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ مکمل مضمون پڑھنے کے لیے جرنل کی ویب سائٹ www.urdulinks.com پر جائیں۔ (مدیر)

....

پروفیسر ابن کنول

کی سبھی کتابیں اب کتابی دنیا سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

پتہ ہے:

2264, Zahoori Handicraft Market, Near Do Bhai Hotel, Delhi-110006, Turkman Gate, Chandni Chowk, New Delhi, Delhi 110006, Phone: 011 2328 8452

---

[1] ڈاکٹر نتالیا پری گارنا، روسی مترجم، اُسامہ فاروقی، (منظوم تراجم: اختر حسن، مُضطر مجاز، مرزا غالب۔ ادارہ ادبیاتِ اردو، حیدرآباد، ۱۹۹۷ء

[2] اردو کی برقی کتابیں، محمد یاقوب آسی، فاعلات، 'اصنافِ شعر' http://kitaben.urdulibrary.org/Pages/Faelaat.html ایکسس آن ۱۳ جنوری ۲۰۱۲ء